حجۃ الوداع کے خطبہ میں ہمارے لئے امن اور صلح کا ایک عظیم الشان لائحہ عمل موجود ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۵رمئی ۱۹۸۹ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

آج اس رمضان مبارک کا آخری جمعہ ہے۔ اسے جمعۃ الوداع کہا جاتا ہے اور تمام دنیا میں مسلمان اس جمعہ کو نہایت احترام اور جذبات تقدیس اور عقیدت کے ساتھ مناتے ہیں۔ یہ وہ نماز ہے جو مسجد میں ادا کی جانے والی نمازوں میں سب سے زیادہ مسلمانوں کو مرغوب ہے اور ایسے مسلمان بھی جو سارا سال نماز کے لئے مسجد میں نہیں پہنچتے وہ اس جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد آجایا کرتے ہیں۔ اس لئے مساجد بھر جاتی ہیں، نمازی مساجد سے باہر جہاں جہاں تک ان کو توفیق ملتی ہے صفیں بچھا کر دور دور تک پھیل جاتے ہیں اور سال بھر میں پڑھی جانے والی نمازوں میں سے یہ سب سے زیادہ پڑھی جانے والی نماز ہے۔

اس ضمن میں آج آپ یہ توقع رکھ رہے ہوں گے کہ جمعۃ الوداع کی برکتوں کے متعلق میں کچھ مضمون بیان کروں گا لیکن میں اسی مضمون کو مکمل کرنا چاہتا ہوں جو میں نے گزشتہ جمعہ میں شروع کیا تھا۔ اب بظاہر سرسری نظر سے آپ کو اس مضمون کا جمعۃ الوداع سے تعلق نظر نہیں آئے گا لیکن جوں جوں میں بات کو آگے بڑھاؤں گا یہ بات کھلتی چلی جائے گی کہ دراصل اس مضمون کا جمعۃ الوداع سے ایک گہرا تعلق ہے۔

میں نے آپ کے سامنے کلمہ توحید اور کلمہ شہادت کا مضمون چھیڑا تھا۔ میں نے ذکر کیا تھا کہ لاالــــہ الااللہ میں پیغام یہ ہے کہ اللہ تک پہنچنے سے پہلے اپنے ماحول، اپنے گردوپیش، اپنی دنیا کے سارے تعلقات اور سارے نظریات کو کالعدم کرنا پڑتا ہے اور جب کلیۃً ہر دوسری چیز پر فنا آ جائے گویا کائنات انسان کے لئے باقی نہ رہے تب وہ خدا تک پہنچنے کا اہل بنتا ہے اور تب حقیقت میں پورے عرفان کے ساتھ وہ الا اللہ کا نعرہ لگا سکتا ہے۔ گویا ساری دنیا سے وہ منقطع ہو جاتا ہے اور دنیا کا کچھ بھی اس کے لئے باقی نہیں رہتا اور سوائے ایک خدا کی ذات کے اس محو کچھ اور دکھائی نہیں دیتا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا انسان اس کے بعد پھر اسی طرح زندگی گزارتا ہے اور کیا پھر اس کے دنیا کے ساتھ تعلقات کبھی بحال نہیں ہوتے؟ اس کا جواب انَّ محمدا عبدہ ورسولہ میں ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کی طرف تبتل اختیار کر لے اور تمام دیگر کائنات کے وجود کو لذیذ دیکھتے ہوئے بھی محض ایک خیال اور واہمہ شمار کرنے لگے۔ جب اپنے تعلقات کے سارے دائرے اپنی ذات سے الگ کر دے اور سارے رشتے منقطع کر دے۔ اس کے بعد پھر وہ دنیا کی طرف کیسے رجوع کرے؟ اس کا جواب اس میں ہے کہ اشھد ان لاالــہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ ۔ دنیا کے دوبارہ جو تعلقات قائم ہوتے ہیں وہ رسالت کے ذریعے قائم ہوتے ہیں اور تعلقات کا ایک نیا مضمون پیدا ہوتا ہے۔ رسالت کے بغیر جو دنیا کے تعلقات ہیں ان کی کوئی بھی حقیقت نہیں۔ وہ محض فساد ہیں، وہ محض بنی نوع انسان کے تمام تعلقات کے دائروں میں فساد پیدا کرنے کا ذریعہ ہیں اور رسالت کے بغیر بنی نوع انسان کے تعلقات خواہ وہ فرد فرد کے درمیان ہوں یا قوموں اور قوموں کے درمیان ہوں ان کی فساد کے سوا اور کوئی بھی حقیقت نہیں رہتی۔ پس رسالت کے مضمون کو نکالتے ہی تمام دنیا فساد اور ظلم سے بھر جاتی ہے۔ پس جب آپ اللہ تک پہنچتے ہیں اور گردوپیش اور ماحول کو کلیۃً مٹا کر نابود کر دیتے ہیں پھر خدا دوبارہ آپ کو اس دنیا کی طرف واپس بھیجتا ہے مگر رسالت کے واسطے سے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے وسیلے سے اس سے پہلے بھی مختلف رسول وسیلہ بنے مگر آج اگر کوئی وسیلہ ہے تو صرف حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ پس ہمیں نئے تعلقات عطا ہوتے ہیں اور اس مضمون پہ جب آپ غور کریں تو آپ حیران رہ جائیں گے کہ خاوند کے بیوی سے تعلقات بھی وہی تعلقات ہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ کی وساطت سے آپ

کو ملتے ہیں اور آپ کے وسیلے سے آپ کو ملتے ہیں۔ اگر یہ وہ تعلقات نہ ہوں تو محض وہ فساد ہے اور کوئی امن نہیں ہے ان تعلقات میں، کوئی تسکین کی ضمانت نہیں ۔ باپ کو بیٹی کے ساتھ جو تعلقات نصیب ہوتے ہیں وہ بھی حضرت محمد مصطفی ﷺ کی رسالت کے وسیلے سے عطا ہوتے ہیں۔ باپ کو بیٹے کے ساتھ جو تعلقات عطا ہوتے ہیں وہ بھی اسی وسیلے سے ملتے ہیں۔ بیٹیوں کو ماؤں کے ساتھ اور باپوں کے ساتھ اور بہنوں کو بھائیوں کے ساتھ اور بھائیوں کو بھائیوں کے ساتھ اور بہنوں کے ساتھ۔ چچا زاد بھائیوں کے تعلقات ہوں یا خالہ زاد بھائیوں کے تعلقات ہوں یا قریب کے رشتوں کے تعلقات ہوں یا دور کے رشتوں کے تعلقات ہوں۔ خاندانی تعلقات کو جتنا چاہیں آپ پھیلا لیں ہر تعلق میں آپ کے لئے رسالت کی طرف سے ایک پیغام ہوگا اور ان تعلقات کا ایک تصور آپ کے سامنے رکھا گیا ہے۔ پھر وہ تعلقات رشتوں سے باہر نکل جائیں اور مالک اور مملوک کے درمیان ہوں، آقا اور ملازم کے درمیان ہوں یا ایک انسان کے دوسرے انسان کے ساتھ ہوں، محلّہ داری کے تعلقات ہوں یا شہری حقوق سے تعلق رکھنے والے تعلقات ہوں، بین الاقوامی تعلقات ہوں۔ اب اس مضمون کو جتنا چاہیں پھیلاتے چلے جائیں زمین کے کناروں تک نظر ڈال لیں وہی تعلقات آپ کو صحیح تعلقات دکھائی دیں گے جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی رسالت کے وسیلے سے آپ کو عطا ہوتے ہیں۔ پس لا الــہ کا مضمون پہلے ساری دنیا کو باطل کر کے آپ کی نظر سے غائب کر دیتا ہے۔ الا اللہ کا مضمون آپ کو خدا کی طرف لوٹاتا ہے اور خدا کے سوا اور کوئی ہستی باقی نہیں رہتی۔ پھر خدا کی طرف سے آپ کو دنیا میں ایسے رستے سے لٹایا جاتا ہے جو رسالت کا رستہ ہے اور اس رستے سے جو نئے تعلقات عطا ہوتے ہیں اسی کا نام جنت ہے۔ تمام دنیا میں جتنی بھی خرابیاں ہیں وہ ان تعلقات کو چھوڑ کر ان سے الگ تعلقات قائم کرنے کے نتیجہ میں ہوا کرتی ہیں۔

اب یہ مضمون تو بہت ہی وسیع ہے۔ اس کی تفاصیل میں تو میں یہاں نہیں جا سکتا لیکن میں آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ جب تک ہم کلمہ توحید اور کلمہ شہادت کے اس مضمون کا عرفان حاصل کر کے اپنی زندگیوں میں ایک نیا انقلاب پیدا نہیں کرتے ہم بنی نوع انسان کے لئے وہ مفید وجود نہیں بن سکتے جس کی خاطر ہمیں پیدا کیا گیا ہے۔ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران:۱۱۱) اے محمد مصطفی ﷺ کی امت ان تمام امتوں میں سب سے بہتر ہو جو آج تک بنی نوع انسان کے

فائدے کے لئے نکالی گئی تھیں ۔ کیونکہ تم خالصۃً ان کی بہبود کے لئے وقف ہو اور جب تک یہ امت کا رشتہ محمد ﷺ کے ساتھ ہے اس وقت تک تم خیر امت کہلاؤ گے ۔ جہاں جہاں ان رشتوں میں رخنے پڑیں گے، جہاں جہاں ان رشتوں میں کمزوریاں واقع ہوں گی وہاں وہاں آپ کا خیر امت ہونا مشکوک اور مجروح ہوتا چلا جائے گا۔ آپ فی الحقیقت خیر امّت کہلانے کے مستحق باقی نہیں رہیں گے۔

پس یہ جمعہ جو ہمارے لئے ایک اور بھی اہمیت رکھتا ہے یعنی احمدیت کی نئی صدی کے پہلے رمضان کا آخری جمعہ ہے۔ اس جمعہ میں میں نے سوچا کہ آپ کو یہی نصیحت کروں کہ کلمہ شہادت کے مضمون کو خوب اچھی طرح سمجھ لیں اور اس پر قائم ہو جائیں اور اس مضمون کی اگر چہ تفاصیل میں جانے کا وقت تو نہیں لیکن چند بنیادی باتیں میں آپ کے سامنے ضرور رکھوں گا۔

رسالت کی روح اور رسالت کی جان کیا ہے؟ سب سے پہلی چیز اس میں صداقت ہے اور دوسری چیز امانت ہے۔ کوئی رسول، رسول بن نہیں سکتا جب تک وہ خالصۃً سچا اور اپنے نفس کی گہرائی میں سچا نہ ہو۔ جب تک اس کے وجود کا ذرہ ذرہ سچائی پر مبنی نہ ہو اس وقت تک وہ رسول بننے کا اہل نہیں ہوا کرتا۔ اسی طرح اس کے لئے امین ہونا ضروری ہے، امانت دار ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ دنیا میں جتنے پیغام انسان دوسرے تک پہنچایا کرتا ہے ان پیغاموں میں ان دو بنیادی صفات کا ہونا ضروری ہے ورنہ وہ پیغام بگڑ جایا کرتے ہیں۔ پس رسالت کے انتخاب میں اللہ تعالیٰ کی نظر ایسے وجود پر پڑتی ہے جو سچائی میں بھی کامل ہو اور امانت میں بھی کامل ہو اور ان دو پہلوؤں سے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ بچپن ہی سے مشہور تھے۔ آپ صدوق بھی کہلاتے تھے، صدیق بھی کہلاتے تھے اور امین بھی کہلاتے تھے۔ سارا عرب گواہ تھا کہ عرب میں اس سے بڑھ کر سچا بچہ کبھی پیدا نہیں ہوا اور اس سے زیادہ امانت دار بچہ کبھی پیدا نہیں ہوا۔ اس لئے بچپن سے بڑی عمر تک پیشتر اس کے کہ آپ کو رسالت عطا ہو آپ عرب میں ایک سچے انسان اور ایک امانت دار یعنی امین انسان کے طور پر مشہور و معروف تھے۔ پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی وساطت سے آپ کو جو بنی نوع انسان کے ساتھ تعلقات عطا ہونے ہیں ان میں یہ دو تعلقات ایسے ہیں جن کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اگر جماعت احمدیہ سچائی کو چھوڑ دے اور اپنے چھوٹوں، اپنے بڑوں، اپنے مردوں، اپنی عورتوں میں سچائی کے مضمون کو کثرت کے ساتھ دن رات عام گناہ کرتی رہے تو خطرہ ہے کہ وقت کے گزرنے کے ساتھ

ہم سچائی کے اعلیٰ معیار پر قائم نہیں رہیں گے۔ اسی لئے بسا اوقات جب بچوں میں بھی میں دیکھتا ہوں کہ مذاق کے طور پر ان سے کہا جاتا ہے کہ کوئی بات نہیں یوں کہہ دو یا یوں کہہ دو تو اس سے مجھے بڑا صدمہ پہنچتا ہے، بہت تکلیف ہوتی ہے اور میں **بچوں کو پیار سے سمجھاتا ہوں کہ مذاق میں بھی جھوٹ کو استعمال نہ کریں۔** بچپن میں ہم بھی باتیں بیان کرتے وقت مبالغہ آمیزی میں بھی مبتلا ہو جایا کرتے تھے لیکن اب جب میں نظر ڈال کر دیکھتا ہوں تو میں محسوس کرتا ہوں کہ اس وقت بھی یہ غلطی تھی اور آئندہ نسلوں کو اگر ہم یہ کرنے دیں گے تو یہ بھی غلطی ہوگی۔ لطائف میں، وہ لطائف جو لطائف کی خاطر بیان ہونے ہوتے ہیں ان کا واقعات سے تعلق نہیں ہوتا۔ کہانیوں میں جو کہانیوں کی خاطر بیان کی جاتی ہیں ان کا حقائق سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، سچ اور جھوٹ کے مضمون کا کوئی دخل نہیں ہے اس لئے غلط فہمی سے ان امور کی طرف ابھی توجہ نہ لے جائیں میری مراد یہ نہیں ہے کہ آپ کوئی لطیفہ دوسرے کے سامنے بیان نہ کریں اس خیال سے کہ یہ پتا نہیں سچا تھا یا جھوٹا تھا۔ کہانیاں بھی سچ اور جھوٹ کے مضمون سے الگ ہوا کرتے ہیں۔ لطائف بھی سچ اور جھوٹ کے مضمون سے الگ ہوا کرتے ہیں۔ مگر جب آپ اپنے بھائی، اپنے دوست کے متعلق لوگوں کو ہنسانے کی خاطر کوئی ایسی بات بیان کرتے ہیں جس میں مبالغے کا پہلو داخل کرنا پڑتا ہے ورنہ لوگ ہنسیں گے نہیں اس کے نتیجے میں آپ دو گناہوں کے مرتکب ہو جاتے ہیں ایک تو یہ کہ آپ نے جھوٹ بولا اور جھوٹ سے جو نفرت چاہئے اس نفرت کا آپ نے اس طرح خیال نہیں رکھا جس طرح ایک سچے مومن کو رکھنا چاہئے اور جب ایک دفعہ قابل نفرت چیزوں سے تعلقات قائم ہو جائیں تو پھر وہ تعلقات بعض دفعہ خطرناک صورت بھی اختیار کر جایا کرتے ہیں۔ پس قابل نفرت چیزیں چھوڑنے کے لئے ہوا کرتی ہیں۔ ان کی ہر شکل چھوڑنے کے لئے ہوا کرتی ہے۔ تھوڑی بھی چھوڑنے کے لائق ہوا کرتی ہے اور زیادہ بھی چھوڑنے کے لائق ہوا کرتی ہے۔ اسی لئے فقہاء نے جو حرمت شراب کا مضمون بیان کیا ہے۔ اس میں وہ کہتے ہیں کہ جس چیز کی کثرت آپ کو نشہ پیدا کر دے اس کی قلت بھی حرام ہے۔ جس کا زیادہ بُرا ہے اس کا کم بھی حرام ہے۔ **پس جھوٹ کو حرام چیزوں میں سب سے زیادہ حرام سمجھیں۔** شراب جھوٹ کے مقابل پر کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتی لیکن عجیب حالت ہے کہ بہت سے ایسے لوگ جو شراب کے تصور سے بھی گھبراتے ہیں اور کسی کو اگر وہ شراب کی عادت میں مبتلا دیکھیں تو سمجھتے ہیں کہ اس کے

اوپر جہنم لازمی ہو چکی ہے۔ جھوٹ سے پرہیز میں وہ شدت نہیں رکھتے اور سچائی کا وہ احترام نہیں رکھتے۔ **اس لئے سب سے بڑا جہاد جو اس صدی کے سر پر آپ کو کرنا ہے وہ جھوٹ کے خلاف ہے۔** ورنہ آپ رسالت کے ساتھ وفاداری کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ آپ کے سارے تعلقات پر اس چیز نے اثر انداز ہونا ہے اور تمام بنی نوع انسان کو جو آپ نے نئے تعلقات عطا کرنے ہیں یعنی حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے وسیلے سے آپ نے جو نئے تعلقات ادا کرنے ہیں ان میں سب سے زیادہ اہمیت سچائی کو ہے۔ **کیونکہ رسالت کے انتخاب میں اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ اہمیت سچائی کو دیتا ہے۔**

دوسرا حصہ امین ہونے کا ہے۔ **اگر ہم ایک دوسرے کے اموال کے امین نہیں ہیں، اگر ہم ایک دوسرے کی عزتوں کے امین نہیں ہیں، اگر ہم پیغاموں کے امین نہیں ہیں تو جوں جوں وقت گزرتا چلا جائے گا ہماری قدریں تبدیل ہوتی چلی جائیں گی۔ ملاوٹیں پیدا ہونی شروع ہو جائیں گی چیز خالص نہیں رہے گی۔** پس جس طرح دودھ کی حفاظت اس طرح کی جاتی ہے کہ اس میں کوئی دوسری چیز نہ مل جائے اسی طرح سب سے زیادہ پیغام محمد مصطفی ﷺ کی حفاظت کی ضرورت ہے تا کہ انسانی نفس کے ملونی اس پیغام میں شامل نہ ہو جائے اور اس پیغام کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اس پیغام کے نتیجے میں جو انسانی تعلقات قائم ہوتے ہیں ان کی حفاظت کی ضرورت ہے اور ان کی پاکیزگی کی حفاظت کی ضرورت ہے اور امین ہونا ہمارے لئے تقریباً روزانہ آزمائشیں لے کر آتا ہے کیونکہ بعض امانتوں میں ہم سمجھتے ہیں کہ بہت ہی مقدس امانتیں ہیں ان کو چھیڑنا نہیں چاہئے لیکن بعض امانتوں میں ہم بے پرواہ ہو کر خیانتیں شروع کر دیتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ بنیادی طور پر جب آپ کسی ایک پہلو سے بھی خائن بننا شروع ہو جائیں تو امین سے آپ کے تعلقات ٹوٹ جاتے ہیں۔

حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ سے آپ کی محبت اور عشق کے اوپر حرف آجاتا ہے۔ پس جب اموال آپ کے سپرد کئے جائیں اور آپ امین نہ رہیں، جب آپ لوگوں سے اموال اس نیت سے لینا شروع کر دیں کہ ہم جب چاہیں، جب موقع ملے گا اس میں سے کچھ استعمال بھی کر لیں گے شرط یہ ہے کہ اس کو پتا نہ چلے۔ تو پھر یہ معاملات آگے بڑھتے ہیں پھر اس کے بعد انسان خائن سے ڈاکو بننے لگتا ہے پھر غاصب ہو جاتا ہے پھر عام آدمیوں کے حق غصب کرنے کے علاوہ مظلوموں اور محروموں کے حق مارنے لگتا ہے، کمزوروں کے حق مارنے لگتا ہے۔ آج کل تیسری دنیا میں جو کچھ ہو رہا

ہے وہ اسی خیانت کی تصویریں ہیں جو دن بدن زیادہ بھیانک ہوتی چلی جارہی ہیں، زیادہ سیاہ ہوتی چلی جارہی ہیں، زیادہ مکروہ ہوتی چلی جارہی ہیں اور خصوصاً تیسری دنیا کے ممالک میں تو بددیانتی سے گلی گلی، شہر شہر، گھر گھر بھر گئے ہیں۔ کوئی کسی زندگی میں، زندگی کے کسی پہلو میں، کسی جگہ بھی تسکین اور طمانیت نہیں ہے، اعتماد اُٹھ گئے ہیں۔ اس لئے کہ کم وبیش کا ہر شخص خائن بن چکا ہے۔ پس خیانت کا مضمون بھی بہت ہی اہمیت رکھتا ہے یعنی خیانت سے بچنے کا مضمون اور امانت پر قائم رہنے کا مضمون غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔ پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی یہ دو بنیادی صفات ایسی ہیں جن کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھنا ہوگا۔ جس طرح ظفر نے کہا تھا کہ

ع میں نے چاہا تھا اس کو کہ روک رکھوں
میری جان بھی جائے تو جانے نہ دوں (کلیات ظفر)

اس طرح ان دونوں صفات حسنہ سے چمٹ جائیں اور وابستہ پختہ ہو جائیں۔ اگر آنحضرت ﷺ سے سچی محبت ہے تو یہ سوچیں کہ وہ کیوں محبوب وجود بنے؟ یہ دو بنیادی صفات تھیں جو محمد کی تخلیق کا آغاز بن گئیں۔ کیونکہ ان کے ساتھ محمد مصطفیٰ ﷺ کی مٹی گوندھی گئی ہے۔ یہ وہ خمیر ہے جس سے رسول اکرم ﷺ کی رسالت تشکیل پائی ہے۔ پس اس خلاصہ کو اپنا حرز جان بنالیں، اپنے وجود میں، اپنے رگ و پے میں داخل کرلیں۔ کیونکہ آپ نے باقی دنیا کو اور آئندہ آنے والی دنیا کو بہت سے پیغام پہنچانے ہیں، بہت سی نیک خلصتیں ان کی نسلوں میں منتقل کرنی ہیں، نسلاً بعد نسلٍ منتقل کرنی ہیں۔ آپ کو خدا نے وہ مقام عطا کیا ہے کہ اس صدی کے سر پر آپ کھڑے ہیں اور یہ بہت ہی بلند مقام ہے اور بہت ہی ذمہ داری کا مقام ہے۔

پس اس خطبۃ الوداع میں جو جمعۃ الوداع کا خطبہ ہے میں آپ کو سچائی اور امانت کی طرف خصوصیت کے ساتھ بلاتا ہوں اور یہ دو چیزیں جب آپ کی ذات میں اکٹھی ہو جائیں تو آپ لازماً مسلم بن جاتے ہیں کیونکہ مسلم کی جو تعریف آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کی ذات سے کسی دوسرے کو کوئی خطرہ نہ رہے، کوئی گزند نہ پہنچے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اگر آپ سچائی پر قائم ہوں اور اگر آپ امین ہو جائیں تو دنیا کی کوئی طاقت آپ سے خوف نہیں کھا سکتی۔ ان معنوں میں خوف نہیں کھا سکتی کہ آپ سے کوئی گزند ان کو نہیں پہنچے گا آپ پر کامل اعتماد اس کو پیدا ہو جائے گا۔ ہاں دوسرے

معنوں میں آپ سے خوف کھا سکتی ہے، آپ کی عظمتوں سے خوف کھا سکتی ہے، اس بات سے خوف کھا سکتی ہے کہ ان دو قوتوں کے ساتھ جو آپ کے وجود میں شامل ہو چکی ہیں آپ نے لازماً غالب آنا ہے کیونکہ سچائی اور امانت کو کبھی شکست نہیں ہوا کرتی۔ اس پہلو سے آپ پر لازم ہے کہ ان دو صفات کو پکڑ کر بیٹھ جائیں تب آپ سچے معنوں میں مسلم بن جائیں گے۔ پھر ساری دنیا شور مچاتی چلی جائے کہ آپ غیر مسلم ہیں، غیر مسلم ہیں، غیر مسلم ہیں خدا کے فرشتے ان آوازوں کو لعنت کے ساتھ رد کرتے چلے جائیں گے کیونکہ محمد مصطفی ﷺ کی رسالت کی دو بنیادی صفات جن لوگوں میں ہوں ان کو تمام دنیا کا شور وغوغا بھی غیر مسلم نہیں بنا سکتا۔ مسلم وہ ہے جس کے وجود سے امن وابستہ ہے سلامتی وابستہ ہے اور اپنے کام اور اپنوں کی سلامتی بھی وابستہ ہے اور غیروں کا امن اور غیروں کی سلامتی بھی وابستہ ہے۔

چند دن ہوئے سلمان رشدی کے غلیظ ناول کے سلسلے میں ایک ڈنمارک سے آنے والے صحافی نے میرا انٹرویو لیا۔ ضمناً بہت لمبا انٹرویو تھا آج انہی کے ساتھی آئے ہیں اور وہ تصویریں کھینچ رہے ہیں۔ اس ضمن میں اسلام کی امانت کی بات بھی آئی اور اسلام کی سلامتی کی بات بھی آئی۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ ایسا جاہل انسان ہے اور مغرب کی لاعلمی اور جہالت سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ یہ کہہ کر کہ اسلام میں پابندیاں بہت ہیں۔ اسلام یہ بھی بتاتا ہے کہ دائیں ہاتھ سے یہ کرو اور بائیں ہاتھ سے وہ کرو اور یہ تفریق کرتا ہے اور ایسی ایسی باریک باتوں میں دخل دیتا ہے کہ کسی انسان کے لئے زندگی اجیرن ہو جائے، یہ کیا مذہب ہے یہ تو مصیبت ہے۔ یہ تاثر آزاد منش مغرب کے ذہن پر جب نقش ہوتا ہے تو اسلام کو قبول کرنے کی راہ میں شدید تردّد پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ فرضی آزادیوں کے قائل ہو چکے ہیں، اخلاقی آزادیوں کے قائل ہو چکے ہیں جسے عام اردو محاورے میں کہتے ہیں مادر پدر آزاد شخص۔ تو اب نئی نسلوں میں خصوصاً مغرب میں مادر پدر آزادی کا ایک تصور قائم ہو رہا ہے کیونکہ اسلام سے متنفر کرنے کے لئے ایک یہ بھی طریق ہے کہ کہا جائے کہ اسلام تو آپ کی روزمرہ کی آزادی میں دخل دیتا ہے۔ آپ کوئی حرکت نہیں کر سکتے جب تک پہلے محمد مصطفی ﷺ سے پہلے پوچھ نہ لیں کہ یہ حرکت کیسے کرنی چاہئے؟ چنانچہ دائیں اور بائیں کا فرق، یہ چیزیں بھی اس نے تمسخر کے ساتھ بیان کی ہیں۔ میں نے کہا میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ان کا فلسفہ کیا ہے تب آپ سمجھیں اور غور کریں تب آپ کو پتا چلے گا کہ کیسے مسلم بنتا ہے اور اس کے نتیجے میں آیا آپ کی آزادی پہ حرف

آتا ہے یا آپ کی روزمرہ کی زندگی میں سلاست اور صفائی اور پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔ میں نے کہا آج کی دنیا سائنس کی دنیا ہے اور یہاں سپیشلائزیشن (Specialisation) کے دور ہیں اور اس قدر زور ہے سپیشلائزیشن کا کہ اس بارے میں لطیفے بھی گھڑ لئے گئے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ایک شخص نے کسی کا کسی سے ڈاکٹر کے طور پر تعارف کروایا۔ اس نے کہا ڈاکٹر ٹھیک ہے لیکن کیسا ڈاکٹر؟ Drinity کا یا سائنس کا؟ اگر سائنس کا ہے تو کیمسٹری کا یا فزکس کا یا کسی فلاسفی کا یا علمی الابدان سے تعلق رکھنے والا ڈاکٹر، شفاء سے تعلق رکھنے والا ڈاکٹر، ڈاکٹر کیا مطلب، بتاؤ تو سہی؟ اس نے کہا نہیں علم الابدان یعنی شفاء سے تعلق رکھنے والا ڈاکٹر۔ اس نے پھر پوچھا یہ بھی تو بڑا وسیع مضمون ہے۔ وہ فزیشن ہے یا سرجن ہے، جراح ہے یا عام طبیب ہے؟ وہ بھی تو پتا ہونا چاہئے۔ انہوں نے کہا یہ جراح ہیں۔ اس نے کہا جراحی کا مضمون بھی تو بہت وسیع ہے۔ جسم کے کس حصے سے تعلق رکھنے والے جراح ہیں؟ اس نے کہا آنکھ، ناک اور کان۔ اس نے کہا آنکھ ناک اور کان وہ تو پرانے زمانے کی باتیں ہوئیں۔ اب تو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ آنکھ سے تعلق ہے ان کا یا ناک سے یا کان سے۔ اس نے جواب میں کہا کہ ناک سے تعلق ہے۔ تو پھر اس نے پوچھا کہ کس نتھنے سے؟ اگر ناک سے تعلق ہے تو نتھنے کی بھی سپیشلائزیشن ہوگی۔ یہ وہ بظاہر ایک لطیفہ ہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ جس جدید ترین رجحانات سپیشلائزیشن کی طرف ہیں اور جتنا زیادہ انسان عقل اور فکر اور تدبر آگے بڑھتا ہے اتنا ہی وہ سپیشلائزیشن کی طرف مائل ہوتا چلا جاتا ہے۔ اسلام وہ مذہب ہے اور وہ شاندار مذہب ہے اور تمام مذاہب میں ایک ہے جس نے انسان کو سپیشلائزیشن سکھائی اور اسی میں مسلمان کا مسلمان ہونا دکھائی دیتا ہے۔ یعنی مسلم ہے اس سے آپ کو امن ہے اس سے آپ کو کوئی خطرہ نہیں۔ میں نے کہا جب میں آپ سے دائیں ہاتھ سے مصافحہ کرتا ہوں چونکہ میرے آقا محمد مصطفی ﷺ نے مجھے بتایا ہے کہ دائیں ہاتھ سے کوئی گندی چیز نہیں پکڑنی۔ اس لئے میں آپ کے لئے ایک امین کے طور پر آپ کو مجھ سے کوئی خوف نہیں ہے۔ آپ بے تکلفی سے ہاتھ بڑھا کر میرے دائیں ہاتھ کو تھام سکتے ہیں جانتے ہوئے کہ محمد مصطفی ؐ کا غلام ہے لازماً یہ ہاتھ صاف ہوگا لیکن آپ نے نہ دائیں کی تمیز سیکھی نہ بائیں کی تمیز سیکھی۔ ہوسکتا ہے آپ دائیں ہاتھ سے طہارت کر کے آئے ہوں، دائیں ہاتھ سے ناک صاف کیا ہو، دائیں ہاتھ سے کوئی گند اٹھایا ہو، کسی کتے کے منہ میں ڈالا ہو۔ مجھے تو آپ سے کوئی امن نہیں

ہے۔ اخلاق کی خاطر اور تہذیب کی خاطر مصافحے تو میں کرتا ہوں لیکن واپس جا کر میں اس ہاتھ سے کھانا نہیں کھا سکتا جب تک اسے اچھی طرح صاف نہ کرلوں۔ تو یہ ہے مقام محمد مصطفی ﷺ۔ آپ نے ہمیں انسانیت کی اعلیٰ اقدار سکھائی ہیں، آپ نے ہمیں عظیم الشان تہذیب عطا کی ہے۔ یہ جاہل اور بیوقوف اور سفلی لوگ اپنی کم فہمی کی وجہ سے اگر ان باتوں پر ہنستے ہیں تو ان کو ہنسنے دو۔ آپ امین بنائے گئے ہیں اور یہ ہے امانت کا مقام کہ کوئی شخص آپ سے خوف نہیں کھائے گا کیونکہ اس کی عزت آپ کے ہاتھوں میں محفوظ ہوگی، اس کی شرافت آپ کے ہاتھوں میں محفوظ ہے، اس کا نام آپ کے ہاتھوں میں محفوظ ہے، اس کی ملکیت آپ کے ہاتھوں میں محفوظ ہے، اس کے بچے، اس کی بیٹیاں، اس کی بیوی، اس کے اور عزیز سارے آپ کے ہاتھوں میں محفوظ ہیں، اس کی ملکیتیں ہر قسم کی آپ کے ہاتھوں میں محفوظ ہیں۔ کوئی خطرہ آپ کی طرف سے نہیں ہے۔ یہاں تک کہ ہاتھ سے ہاتھ جب ملاتا ہے تب بھی وہ جانتا ہے کہ محمد مصطفیٰؐ کے غلام کے صاف ہاتھوں سے ہاتھ میں ملا رہا ہوں مجھے اس سے بھی کوئی خطرہ نہیں ہے۔

یہ ہے وہ پیغام جو حضرت محمد مصطفی ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری حج کے خطبہ میں دیا تھا اور اس پیغام کو حجۃ الوداع کے خطبہ کے طور پر ہم تمام دنیا کے مسلمان خوب جانتے ہیں لیکن اس حد تک جانتے ہیں کہ ان کو علم ہے ایک پیغام تھا۔ اس حد تک نہیں جانتے کہ اس پیغام کا مقصد یہ تھا کہ یہ پیغام ہماری زندگیوں میں داخل ہو جائے، ہمارے خون میں دوڑنے لگے، ہمارے رگ و پے میں سرائیت کر جائے۔ اس پہلو سے بدقسمتی سے آج مسلمان بالکل غافل ہوا پڑا ہے۔ آپ نے اس قدر کو دوبارہ زندہ کرنا ہے، آپ نے اس پیغام کی اہمیت کو اپنی زبان سے نہیں اپنے اعمال سے دنیا کو پہنچانا ہے اور محمد مصطفی ﷺ کے غلاموں کو بھی دوبارہ اس پیغام کی طرف واپس لے کے آنا ہے۔ یہ وہ کام ہے جو اس صدی کا جو آپ کے سامنے پھیلی پڑی ہے سب سے زیادہ اہم کام ہے اس لئے میں حجۃ الوداع کے خطبے میں سے چند اقتباسات آج آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں اور ان سے آپ سمجھیں گے کہ درحقیقت سچائی کیا ہوتی ہے، امانت کیا ہوتی ہے اور اسلام کس کا نام ہے؟ اور آنحضور ﷺ بنی نوع انسان سے جدا ہونے سے پہلے اپنے رفیق اعلیٰ کی طرف لوٹنے سے پہلے جو آخری نصیحت ہمیں کر گئے ہیں اس نصیحت کا احترام جتنا بھی ممکن ہے تصور میں اتنا کرنا ہر عاشق محمد مصطفی ﷺ کا

فرض ہے۔اس کے بغیر اس کے عشق کا دعویٰ سچا ہی ثابت نہیں ہوسکتا۔آنحضور ﷺ نے فرمایا۔اس خطبے میں سے وہ مضمون میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں جس کا اس خطبے کے بیان کردہ کے مضمون سے تعلق ہے۔فرمایا:

الحمد لله نحمدهٗ ونستعينه و نستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيات اعمالنا من يهدى الله فلا مضل له و من يضلله فلا هادى له

''تمام تعریفیں صرف خدا ہی کے لئے ہیں جس کی ہم تعریف کرتے ہیں اسی سے مدد چاہتے ہیں،اسی سے توبہ اور استغفار کرتے ہیں۔ہم اپنے نفسوں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے خدا کی پناہ میں آتے ہیں''۔یہ دعا جو آنحضرت ﷺ نے اس وقت مانگی اس کے پیچھے جو جذبہ تھا اس کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔مگر جس حد تک تصور ممکن ہے اس کو ملحوظ رکھ کر آج آپ اس دعا میں شامل ہو جائیں اور دل کی گہرائیوں سے اس دعا کو عاجزانہ خدا کے حضور اس طرح پیش کریں گویا آپ رسول اکرم ﷺ کے پیچھے،آپ کے ساتھ اس دعا کو دُہرا رہے ہیں۔تمام تعریفیں صرف خدا ہی کے لئے ہیں جس کی ہم تعریف کرتے ہیں،اسی سے مدد چاہتے ہیں،اسی سے توبہ اور استغفار کرتے ہیں۔ہم اپنے نفسوں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے خدا کی پناہ میں آتے ہیں۔کتنا عظیم الشان کلام ہے۔ہم اپنے نفسوں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے خدا کی پناہ میں آتے ہیں۔دنیا میں جتنی برائیاں پھیلتی ہیں وہ انسانی نفوس کی برائیاں اچھل کر باہر نکلا کرتی ہیں اور دنیا کے لئے دکھ کا موجب بن جایا کرتی ہیں۔پس فرمایا کہ دوسروں کو نہ دیکھو تم اپنی برائیوں سے خدا کی پناہ مانگو۔اگر تم اپنی برائیوں سے خدا کی پناہ میں آجاؤ گے تو سوسائٹی تمہاری برائیوں سے پناہ میں آجائے گی۔اس کے بغیر سوسائٹی کی نجات کا اور کوئی رستہ نہیں۔ہم اپنے نفسوں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے خدا کی پناہ میں آتے ہیں جس کو خدا ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔پس آپ مسلمان ہو جائیں تو دنیا کی کوئی طاقت آپ کو غیر مسلم قرار نہیں دے سکتی اور جس کو وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔گمراہ شخص کے متعلق ساری دنیا اور ساری دنیا کی حکومتیں اپنی آواز کی بلند ترین قوت کے ساتھ یہ اعلان کریں کہ یہ سچا مسلمان ہے اگر خدا کے نزدیک وہ نہیں ہوگا تو وہ نہیں بن سکے گا۔میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوا خدا کے جو اکیلا ہے،اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کا بندہ

اور اس کا رسول ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ یہ سب سے زیادہ عظیم الشان گواہی جو دی گئی ہے وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اپنی زبان سے تھی اور یہ حضور اکرم ﷺ حج وداع کے موقع پر خود گواہی دے رہے تھے۔ میں گواہی دیتا ہوں (آپؐ فرمارہے تھے کہ) محمد اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ اے اللہ کے بندو! میں تم کو تاکید کرتا ہوں اور ابھارتا ہوں کہ تم اس کی اطاعت کرو۔ میں نیکی سے ابتداء کرتا ہوں۔ پھر اس کے بعد اے لوگو! تم میری سنو میں تم کو کھول کر بتاتا ہوں کہ شائد اس سال کے بعد اس جگہ مجھ سے تم پھر ملاقات نہ کرسکو۔ اے لوگو! تمہارے آپس کے خون اور مال تم پر حرام ہیں یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جاملو۔ جس طرح سے یہ دن اور تمہارا یہ شہر اور تمہارا یہ مہینہ حرام یعنی بزرگ ہے۔ دیکھو میں نے حق تبلیغ ادا کر دیا۔ اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا۔ پس جس کے پاس جس کی کوئی امانت ہو اس کو اس کے مالک کو پہنچا دے۔ جس کے پاس جس کی کوئی امانت ہو اس کو اس کے مالک تک پہنچا دے۔ بہت ہی عظیم الشان اور وسیع مضمون ہے۔ خدا نے ہمیں آپس کے تعلقات میں امین مقرر فرمایا ہوا ہے اور جس کا جو حق ہے اس تک پہنچانا یہ امانت داری ہے اور یہ وہ آخری پیغام ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے اسے سب سے نمایاں کر کے آپ کے سامنے رکھا۔ پس جس کے پاس جس کی کوئی امانت ہو اس کو اس کے مالک کو پہنچا دے۔ جاہلیت کا تمام سودی کاروبار آج سے ممنوع قرار پاتا ہے۔ پھر عورتوں سے تعلقات کے متعلق اور عورتوں کے مردوں پر حقوق اور مردوں کے عورتوں پر حقوق سے متعلق آپ نے نصیحت فرمائی اور چونکہ اس ضمن میں جماعت میں ابھی سے بہت سی کمزوریاں داخل ہو چکی ہیں جو انتہائی تکلیف کا موجب بنتی ہیں۔ اس لئے خصوصیت کے ساتھ میں اس حصے کو آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا لوگو! عورتوں کے تم پر حقوق ہیں اور تمہارے عورتوں پر حقوق ہیں۔ ان پر تمہارے یہ حقوق ہیں کہ وہ تمہارے بستروں پر کسی دوسرے کو نہ سونے دیں اور تمہاری اجازت کے بغیر ایسے لوگوں کو گھروں میں نہ آنے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور بے حیائی کی باتیں نہ کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو تم ان کو جدا کر سکتے ہو، الگ سُلا سکتے ہو اور نرم مار مار سکتے ہو سخت نہیں۔ آنحضرت ﷺ کو جیسی شفقت تھی عورتوں پر اتنی بڑی برائی بیان کرنے کے باوجود جب مار کی اجازت دی تو فرمایا نرم مار مار سکتے ہو سخت مار نہیں۔ پس اگر وہ باز آجائیں اور تمہاری تابعدار ہو جائیں تو تم پر ان کی خوراک، ان کا پہناوا، نیکی اور مقررہ طریق پر واجب ہے۔

پھر دیکھیں کس شفقت کے ساتھ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ عورتوں کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی طرف متوجہ فرماتے ہیں۔ فرماتے ہیں تمہارے ساتھ عورتیں مجبور آتی ہیں۔ بے اختیار اور بے بس ہوتی ہیں، ماں باپ اپنے گھروں سے رخصت کر دیتے ہیں اور تمہارے سپرد کر دیتے ہیں۔ یہ بھی دراصل امانت کا مضمون ہے۔ وہ جو ماں باپ کے گھر ناز و نعم سے پلتی تھیں وہ تمہارے ساتھ بے بس اور مجبور ہو کر آ جاتی ہیں اب تم ان کے امین ہو جو خود کچھ نہیں کر سکتیں تم ان کو خدا کی امانت کے طور پر حاصل کر سکتے ہو۔ بظاہر مضمون ماں باپ کی امانت سے شروع ہوا ہے لیکن آنحضرت ﷺ نے اس کو آخری مقام تک پہنچا دیا ہے۔ فرمایا بے بس ہو کر آئیں تم ان کے امین ہو مگر یاد رکھو تم ان کو خدا کی امانت کے طور پر حاصل کر سکے ہو کیونکہ خدا کی اجازت سے آئی ہیں اور خدا کے بنائے ہوئے قوانین کے تابع آئی ہیں۔ اس لئے بڑا گہرا معرفت کا فقرہ ہے جو آپ نے فرمایا کہ تم ان کو خدا کی امانت کے طور پر حاصل کر سکے ہو اور اس کے نام سے تم نے ان کو جائز کیا ہے۔ پس ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور ان کے لئے بھلائی سوچا کرو۔

لوگو! میں نے تبلیغ کر دی ہے۔ اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا۔ بار بار اس موقع پر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس قسم کے فقرے دہرائے کہ لوگو! میں نے تبلیغ کر دی ہے اور اے اللہ! تو گواہ رہنا۔ کیا مطلب ہے؟ مطلب ہے کہ میں نے امانت تو امانت دار کے سپرد کر دی ہے۔ اے خدا تو نے مجھے جس بات کا امین بنایا تھا میں نے اس امانت میں خیانت نہیں کی۔ جس طرح تو نے فرمایا، جو کچھ تو نے فرمایا ایک ایک لفظ، ایک ایک حرف، ایک ایک شوشہ، ایک ایک نقطہ میں نے بنی نوع انسان تک پہنچا دیا ہے اور یہ کہہ کر آپ فرماتے تم بھی گواہ ٹھہرو اور پھر پوچھا کہ بتاؤ میں نے امانت تمہارے سپرد کر دی یا نہیں کر دی؟ سب نے کہا یا رسول اللہؐ! بالکل صحیح فرمایا۔ آپؐ نے خوب امانت کا حق ادا کیا، آپ نے پیغام پورے کا پورا ہم تک پہنچا دیا۔ فرمایا لوگو! تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ کسی مسلمان کے لئے اپنے بھائی کا مال بغیر اس کی مرضی کے لینا جائز نہیں ہے۔ دیکھنا میں نے تبلیغ کر دی ہے۔ اے اللہ! تو بھی گواہ رہ اور اے لوگو! تم بھی گواہ ٹھہرو، میں نے تبلیغ کر دی ہے۔ میرے بعد تم لوگ کافر نہ بن جانا، ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ آج بدقسمتی سے عالم اسلام میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس خطبہ وداع کی ٹوٹل Negation ہے۔ کلیۃً اس کے مضمون کے برعکس صورت حال ہمیں مسلمان

ممالک کے معاشرے میں دکھائی دے رہی ہے۔اس گزشتہ چند سالوں میں جتنے مسلمانوں نے، جتنے مسلمانوں کی گردنیں ماری ہیں گزشتہ ایک ہزار سال میں انہوں نے غیروں کی گردنیں اتنی نہیں ماریں۔صرف ایران، عراق جنگ میں مسلمانوں نے مسلمانوں کی اتنی گردنیں ماری ہیں کہ جو میں بیان کررہا ہوں اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔گزشتہ ایک ہزار سال میں غیروں کی گردنیں اتنی نہیں ماریں اور آج بھی یہ سلسلہ خونریزی کا مسلمان مسلمان کے درمیان اسی طرح جوش و خروش کے ساتھ جاری ہے۔فرمایا میرے بعد تم لوگ کافر نہ بن جانا۔کافر کی تعریف فرمائی۔ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔میں تمہارے پاس ایک ایسی چیز چھوڑ چلا ہوں اگر تم نے اس پر عمل کیا اور اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھا تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔وہ اللہ کی کتاب ہے۔خبردار میں نے تبلیغ کردی ہے۔اے اللہ! تو بھی گواہ ٹھہر کہ میں نے تبلیغ کردی ہے۔اے لوگو! تمہارا رب ایک ہی ہے اور تم سب کا باپ بھی ایک ہی ہے،تم سب آدم سے ہو اور آدم مٹی کا پتلا تھا۔یعنی انسان کو نہ صرف یہ کہ انسانی وحدت کی تعلیم دی اور چونکہ ہم توحید کی صدی میں اس رنگ میں داخل ہورہے ہیں کہ بنی نوع انسان کو بھی امت وحدہ بنانا ہے۔اس لئے خطبے کا بڑا گہرا تعلق ہے آج کے مضمون سے۔آئندہ صدی کے لئے، ہمارے لئے ایک لائحہ عمل ہے ایک عظیم الشان لائحہ عمل ہے، ایک ایسا خوبصورت چارٹر ہے بنی نوع انسان کے تعلقات کو امن اور صلح پر قائم کرنے کے لئے اس سے زیادہ خوبصورت چارٹر کبھی دنیا میں کہیں نہیں لکھا گیا۔فرماتے ہیں تم سب آدم سے ہو اور آدم مٹی کا پتلا تھا۔مٹی کا پتلا کہنے میں عجز کی طرف اشارہ ہے۔عجز کی تعلیم دی گئی ہے کہ تم بڑی بڑی ڈینگیاں مارتے ہو،تھوڑی سی طاقتیں حاصل کر کے متکبر ہو جاتے ہو،تھوڑی سی دولت پا کر تم بے راہ روی اختیار کرنی شروع کر دیتے ہو تو سنو کہ تم مٹی کے بنائے گئے تھے اور یہ مضمون اس میں شامل ہے کہ مٹی کی طرف لوٹ جاؤ گے۔بے شک بزرگ تو اللہ کے نزدیک تم میں سے وہی ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی اور پرہیز گار ہے۔عربی کو عجمی پر کوئی وجہ فضیلت نہیں ہے۔پہلے آپ نے عرب کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ حضرت محمد مصطفی ﷺ عربوں میں سے پیدا ہوئے تھے اس لئے اگر کسی قوم کی فضیلت کا تصور جواز رکھ سکتا تھا تو عربوں کی فضیلت کا تصور ہے جو جواز رکھ سکتا تھا۔کیونکہ کائنات کا سب سے مقدس اور سب سے معزز وجود اور سب سے زیادہ متقی وجود عربوں میں پیدا ہوا تو یہ دعویٰ فرمانے کے بعد یہ فصاحت و بلاغت بھی دیکھئے

حضور اکرم ﷺ کی کہ کتنے عظیم مقام، کتنی بلندیوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ فرمایا تم میں سب سے زیادہ معزز شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے اور آپ دوسری جگہ فرما چکے ہیں کہ سب سے زیادہ پرہیز گار میں ہوں، سب سے زیادہ متقی میں ہوں۔ تو معاً خیال آیا کہ اس عزت کا، اس اکرام کا تعلق عرب قوم سے نہ باندھ دیا جائے اور یہ نہ شروع ہو جائے کہ عرب اپنی فضیلت اور اپنی برتری کا دعویٰ کرنے لگے کہ چونکہ دنیا کا سب سے معزز انسان ہم میں پیدا ہوا تھا اس لئے بحیثیت قوم ہم سب سے معزز ہیں۔ فرمایا عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے مگر تقویٰ اور پرہیز گاری سے۔ آج بھی اگر عرب متقی ہوگا تو وہ اس حد تک معزز ہوگا اور اگر آج بھی کوئی عجمی متقی ہوگا تو اسی حد تک معزز ہوگا۔ اے لوگو! میں نے تبلیغ کر دی ہے اور اے اللہ! تو بھی گواہ رہ کہ میں نے تبلیغ کر دی ہے۔ لوگو! تم سے عنقریب اللہ تعالیٰ میری بابت سوال کرے گا تو تم کیا جواب دو گے؟ سب نے کہا ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے ہم تک پیغام پہنچا دیا اور حق رسالت ادا فرما دیا اور امت کو نصیحت کرنے میں کوئی فروگزاشت نہیں کی اور تمام حجابات اُٹھا دیئے۔ امانت الٰہی کو ٹھیک ٹھاک طریقے سے ہم تک پہنچا دیا۔ اس پر آپ نے بڑے اطمینان سے فرمایا کہ اے لوگو! گواہ رہو اور اے اللہ! گواہ رہ کہ یہ سب لوگ میری رسالت اور امانت کی گواہی دیتے ہیں۔

پس اس سے زیادہ بہتر، اس سے زیادہ حسین، اس سے زیادہ اصلاح نفس کرنے والا اور کوئی پیغام میں سوچ بھی نہیں سکتا اور اس آخری جمعہ پر میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی وہ جماعت کی یہی نصیحت پہنچاتا ہوں اور جس طرح آپ نے اس کے بعد فرمایا کہ اے وہ لوگو! جو حاضر ہو اس پیغام کو لوگوں تک پہنچاتے چلے جاؤ جو غیر حاضر ہیں اور وہ آگے پھر ان لوگوں تک پیغام پہنچاتے رہیں جو غیر حاضر ہیں۔ اس لئے وہ سب لوگ جو اس پیغام کو سنتے ہیں یا بعد میں پڑھیں گے یا سنیں گے ان سب کو میں یہی نصیحت کرتا ہوں کہ اس پیغام کو آگے پہنچاتے چلے جائیں اور پھر پہنچاتے چلے جائیں۔ اپنی نسلوں میں پہنچاتے چلے جائیں اور اپنی نسلوں کو نصیحت کرتے چلے جائیں کہ وہ ہمیشہ اس پیغام کو زندہ رکھیں، الفاظ میں نہیں بلکہ اپنے اخلاق میں، اپنے کردار میں، اپنے اعمال میں یہاں تک کہ ان کے خون کا ذرہ ذرہ اس بات کی گواہی دے کہ ہم نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت کی امانت کا حق ادا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔